تاثرات

المعارف کے اپریل کے شمارے میں مولانا امتیاز علی عرشی کے انتقال پُرملال کا چند سطور میں ذکر کیا گیا تھا۔ آج قدرے تفصیل سے ان کا اور ان کی علمی سرگرمیوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

مولانا امتیاز علی عرشی نے ۲۴ اور ۲۵ فروری ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب کو حرکتِ قلب بند ہو جانے سے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ وہ نامور محقق، معروف اہلِ قلم، ممتاز مصنف اور رام پور (ہندوستان) کی رضا لائبریری کے ڈائریکٹر تھے۔

اصلاً مرحوم کا تعلق پاکستان کے علاقہ سوات سے تھا اور وہاں کے ایک قبیلے حاجی خیل کے فرد فرید تھے۔ ان کے خاندان کے کچھ لوگوں نے اٹھارھویں صدی کے نصف آخر میں ترکِ وطن کر کے ہندوستان کا عزم کیا اور رام پور اور اس کے قرب و جوار میں اقامت اختیار کی۔ درحقیقت ان لوگوں کا پیشہ سپاہ گری تھا۔ عرشی صاحب کے دادا مولانا اکبر علی خاں تھے، جنھوں نے اس پیشے کو خیرباد کہہ کر علم و فضل کی وادی میں قدم رکھا اور اپنے عصر اور علاقے کے مشہور محدث ہوئے۔ ان کے ایک بیٹے مولانا جعفر علی خاں تھے جو فضل و کمال میں باپ کے صحیح جانشین تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے کا نام مختار علی خاں تھا، وہ علم و فضل سے زیادہ تعلق نہ رکھتے تھے اور عمر بھی زیادہ نہیں پائی۔ مولانا امتیاز علی عرشی انھی کے فرزند تھے، جنھوں نے علوم و معارف کے بہت سے گوشوں میں شہرت حاصل کی۔

امتیاز علی عرشی کی ولادت ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء کو رام پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ صرف و نحو اور عربی و فارسی کی مروجہ درسی کتابیں مدرسہ مطلع العلوم میں پڑھیں۔ ۱۹۲۳ میں لاہور آکر پنجاب یونیورسٹی سے مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد مولوی فاضل کی تیاری کے لیے اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں اورینٹل کالج کے اساتذہ میں مولانا عبدالعزیز میمن، مولانا سید طلحہ اور مولانا نجم الدین بھی شامل تھے جو وسعتِ علم میں ملک گیر شہرت کے حامل تھے۔ مولانا سید طلحہ کا تعلق حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے خاندانِ عالی مقام سے تھا، عرشی صاحب کا خاندان بھی سید صاحب کا عقیدت مند

تھا اور رام پور اور اس کے نواح میں ان لوگوں کو "وہابی" کہا جاتا تھا، لہٰذا قدرتی طور پر عرشی صاحب مولانا سید طلحہ سے زیادہ قرب و تعلق رکھتے تھے، خود سید صاحب ممدوح بھی ان سے شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔

عرشی صاحب نہایت ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ انھوں نے ۱۹۲۳ء میں مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کے اور ۱۹۲۵ء میں منشی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہوئے، اور عربی اور فارسی دونوں علوم کی سرکاری اسناد سے بہرہ ور ہوئے۔ انھوں نے طب کی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس زمانے میں رام پور کے مدرسہ عالیہ میں مولانا فضل حق رام پوری کا سلسلۂ تدریس جاری تھا، ان سے معقولات کی تکمیل کی۔ ۱۹۲۶ء میں صرف انگریزی میں میٹرک کا امتحان دیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد عرشی صاحب ندوۃ العلما لکھنؤ سے منسلک ہوئے، وہاں سفارت کی خدمت ان کے سپرد کی گئی۔ کچھ عرصے بعد اس سے الگ ہو گئے۔ ندوۃ العلما کے اصحاب اہتمام ان کے کام سے مطمئن تھے اور چاہتے تھے کہ وہ یہ خدمت انجام دیتے رہیں، لیکن وہ نہیں مانے اور علیحدگی اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ تجارت بھی کرتے رہے۔

رام پور کا کتب خانہ جو آج کل رضا لائبریری کے نام سے موسوم ہے، برصغیر کے مشہور اور ممتاز کتب خانوں میں سے ہے اور اس (سابق مسلمان) ریاست کے حکم رانوں کے ذوق سلیم اور نادر و نایاب کتابوں سے ان کی گہری دلچسپی کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ عرشی صاحب ۳۱ جولائی ۱۹۳۲ء کو اس قابلِ فخر کتب خانے کے ناظم اور لائبریرین مقرر ہوئے۔ وہاں جاکر ان کے علمی و تحقیقی جوہر نمایاں ہوئے اور اللہ نے ان سے وہ خدمت لی جس کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ اس کتب خانے کی توسیع و ترقی کے لیے انھوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور نئے انداز سے اس کو مرتب و منظم کیا۔ پھر ان کی شب و روز کی محنت اور تگ و دو سے یہ ایک ایسا علمی ادارہ بن گیا، جس سے بے شمار اہلِ علم اور اربابِ تحقیق نے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔

اس کتب خانے سے انھیں اس درجے تعلق خاطر پیدا ہو گیا اور اس کی آرائش و تزئین کو انھوں نے اپنے لیے اس طرح لازم قرار دے لیا کہ پھر اسی کے ہو کر رہ گئے اور دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ انھیں سرکاری

طور پر ایران و افغانستان کی ثقافتی سفارت قبول کرنے کی درخواست کی گئی اور اس کے صلے میں کئی ہزار روپے ماہانہ کی پیش کش ہوئی مگر انھوں نے انکار کر دیا اور اس بڑے اعزاز اور بڑی تنخواہ پر رام پور کی رضا لائبریری کے تھوڑے سے مشاہرے کو ترجیح دی۔

اس کتب خانے کے لیے انھوں نے جس ایثار کا مظاہرہ کیا اور جو بے مثال قربانی دی، اس کی وجہ سے ان کی شہرت پسر پرواز لگا کر دور دور تک پہنچ گئی اور ان کی اس پر خلوص خدمت کو بیرون ملک کے ارباب فضل و کمال نے بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا اور خود ان کے اپنے ملک ہندوستان میں بھی اسے بڑی اہمیت دی گئی۔ ان کو اعزاز و انعام کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ ساہیتہ اکادمی نے ان کو خاص اعزاز عطا کیا اور پریذیڈنٹ ایوارڈ بھی ملا۔ ان کی گوناگوں علمی خدمات کے اعتراف میں یادگاری مجلے پیش کیے گئے، ملک کی بڑی بڑی علمی کانفرنسوں میں انھیں خاص طور سے دعوت دی گئی اور بیرون ملک کے اہل تحقیق نے بھی ان کو مدعو کیا، کئی انجمنوں اور اداروں کی طرف سے ان کی بصیرت علمی اور تحقیق و کاوش کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

عرشی مرحوم بحر علم کے غواص اور جادۂ تحقیق کے نامور مسافر تھے۔ انھوں نے عربی، فارسی، اردو، انگریزی ہر زبان میں داد تحقیق دی اور ہر وادیٔ فن کی سیاحت کی۔ مختلف اصناف علوم پر ان کی گہری نظر تھی اور تحقیق و تفتیش کے ہر میدان میں ان کا راہوار قلم رواں دواں رہتا تھا۔ ان کی چند تصنیفات و تالیفات اور مرتبات درج ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر القرآن الکریم : یہ امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) کی تفسیر قرآن مجید ہے جس کا قلمی نسخہ انھیں رام پور کے کتب خانے سے دستیاب ہوا۔ ان کے خیال کے مطابق یہ نسخہ چھٹی صدی ہجری سے پہلے کا مکتوبہ ہے۔ اس کے شروع میں عرشی مرحوم نے امام سفیان ثوری کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں اور بہترین انداز میں اسے مرتب کیا ہے۔ یہ ان کی ایک قابل قدر خدمت ہے جو ۱۹۶۵ء میں معرض اشاعت میں آئی۔ یہ عربی زبان میں ہے۔

۲۔ فصل الخطاب لعمر بن الخطاب : یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے اور مصنف شہیر کی کم و بیش پچاس برس کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ یہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے امید ہے حضرت عمر فاروق کی زندگی کے بہت سے نئے

گوشے سامنے آئیں گے۔

۳۔ کتاب الاجناس : یہ کتاب الاموال کے مصنف ابو عبید قاسم بن سلام ہروی (متوفی ۲۲۴ھ) کا رسالہ ہے، جو عرشی مرحوم نے ایڈٹ کرکے شائع کیا۔ ان کی یہ خدمتِ علم بھی عربی زبان میں ہے۔

۴۔ تاریخِ اکبری المعروف تاریخِ قندھاری : یہ عہدِ اکبری کی تاریخ ہے جو اس کے ایک درباری نے قلم بند کی تھی۔ عرشی صاحب نے اس کو مرتب کرکے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا اور اہلِ علم کو اس کتاب سے متعارف کرایا۔ یہ فارسی میں ہے۔

۵۔ تاریخِ محمدی : مرزا محمد حارثی بدخشی دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں پہلی صدی ہجری سے لے کر مصنف کے عہدِ زندگی تک کے مشاہیر کے سنینِ وفات کی تحقیق کی گئی ہے۔ مولانا عرشی مرحوم نے اس کتاب کے اس حصے کو مرتب کیا ہے، جس کا تعلق بارھویں صدی ہجری سے ہے۔ یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور ۱۹۶۰ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔

۶۔ وقائع عالم شاہی : یہ کتاب درحقیقت شاہ عالم ثانی کی فوج کے ایک بڑے عہدے دار کنور پریم کشور فراقی کا روزنامچہ ہے۔ شاہ عالم ثانی نے جب مرہٹوں پر حملہ کیا تھا تو فراقی اس کی فوج میں شامل تھا۔ یہ روزنامچہ اسی زمانے سے متعلق ہے۔ عرشی صاحب نے اسے دریافت کرکے مرتب کیا اور ۱۹۴۹ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔ یہ روزنامچہ فارسی میں ہے اور اس دور کے حالات کی چشم دید دستاویز ہے۔

۷۔ نادراتِ شاہی : یہ مغل حکمران شاہ عالم ثانی کے فارسی، ہندی اور اردو کلام کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں منظرِ اشاعت پر آئی اور اس کی اشاعت سے پہلی مرتبہ یہ بات لوگوں کے علم میں آئی کہ یہ مظلوم و مقہور مغل بادشاہ شعر و سخن اور ادب سے بھی گہرا تعلق رکھتا تھا۔

۸۔ دستور الفصاحت : یہ کتاب حکیم احمد علی یکتا کی تصنیف ہے۔ اس کا آخری باب شعرا کے حالات پر مشتمل ہے۔ عرشی مرحوم نے اس کو مرتب کیا اور اس پر حواشی تحریر کیے۔ اس پر انھوں نے جو مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے، اس میں شعرائے اردو کے چند تذکروں پر بڑی مفید بحث کی ہے۔ اس کتاب کا سالِ اشاعت ۱۹۴۳ء ہے۔

۹۔ اردو اور افغان : یہ کتاب اردو اور پشتو کے باہمی تعلق کے موضوع کو محیط ہے۔ اس سلسلے کی یہ اولین اور عمدہ کتاب ہے۔ ۱۹۶۰ء میں پشتو اکادمی پشاور کی طرف سے شائع ہوئی۔

۱۰۔ فہرست مخطوطات اردو : یہ رضا لائبریری رام پور کے اردو مخطوطات کی مفصل فہرست کی جلد اوّل ہے اور ۲۱۰ نادر مخطوطات کے تعارف پر مشتمل ۔

۱۱۔ فہرست مخطوطات عربی : یہ رضا لائبریری کے کم و بیش ڈیڑھ ہزار عربی مخطوطات کی فہرست ہے جو چھ جلدوں میں مرتب ہوئی ہے اور انگریزی زبان میں ہے ۔ اس میں ہر کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے ۔ یہ فہرست بھی اشاعت پذیر ہو چکی ہے ۔

۱۲۔ مکاتیبِ غالب : غالبیات مولانا امتیاز علی عرشی کا خاص موضوع تھا اور اس سے ان کو بہت دلچسپی تھی ۔ اس موضوع سے ان کو رام پور کے کتب خانے سے منسلک ہو جانے کے بعد تعلق پیدا ہوا ، اور پھر اس سلسلے میں جوں جوں مواد سامنے آتا گیا ، دلچسپی بڑھتی گئی ۔ رام پور کے کتب خانے میں غالب کے ان خطوط کا ذخیرہ موجود تھا جو اس نے وہاں کے نواب یوسف علی خاں ناظم اور اس کے جانشین نواب کلب علی خاں وغیرہ کے نام لکھے تھے ۔ عرشی صاحب نے یہ تمام خطوط جمع کیے اور ان پر ایک طویل و مبسوط مقدمہ تحریر کیا ، جس میں غالب اور غالب کی خطوط نویسی پر تفصیل سے بحث کی ہے ۔ خطوط پر ضروری حواشی بھی لکھے ۔ پھر ۱۹۳۷ء میں اس مجموعے کو " مکاتیبِ غالب " کے نام سے شائع کیا ۔ غالب سے دلچسپی اور ادب سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اس کتاب نے بڑی قبولیت حاصل کی اور غالب کے بارے میں عرشی صاحب نے ایک محقق کی حیثیت سے شہرت پائی ۔ اس کتاب کو اتنی پذیرائی حاصل ہوئی کہ کئی دفعہ شائع کی گئی ۔

۱۳۔ انتخابِ غالب : یہ بھی عرشی مرحوم کا ایک قابلِ قدر ادبی اور تحقیقی کارنامہ ہے ۔ ۱۸۷۶ء میں غالب نے والیِ رام پور نواب کلب علی خاں کی فرمائش پر اپنے فارسی اور اردو کلام کا انتخاب کر کے اسے بھیجا تھا ۔ یہ انتخاب رام پور لائبریری میں مخطوطے کی صورت میں محفوظ تھا ۔ عرشی صاحب نے اس کو بہترین مقدمے اور حواشی سے مزین کیا اور پھر یہ ۱۹۴۲ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا ۔

۱۴۔ فرہنگِ غالب : یہ کتاب مختلف زبانوں کے الفاظ کی ان تشریحات و معانی کو محتوی ہے ، جو خود غالب نے اپنی کتابوں میں کی ہیں ۔ عرشی صاحب نے ان تمام تشریحات و معانی کو جمع کر دیا ہے ۔ اس کتاب کو فنِ لغت کی ایک اہم کتاب کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے ۔ عرشی صاحب نے اس پر جو محنت کی وہ قابلِ داد ہے اور اس سے غالب کی ایک نئی تصنیف معرضِ وجود میں آ گئی ہے ۔ یہ کتاب

۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی تھی۔

۱۵۔ دیوانِ غالب : عرشی صاحب کا یہ مرتبہ دیوانِ غالب "نسخۂ عرشی" کہلاتا ہے۔ اس میں غالب کا تمام اردو کلام تاریخی ترتیب سے جمع کر دیا گیا ہے، اور اس ضمن میں جہاں کہیں اختلاف ہے، اس کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک علمی اور ادبی تحفہ ہے جو عرشی مرحوم نے غالب کے قدر دانوں کی خدمت میں نہایت خوب صورت شکل میں پیش کیا — یہ دیوان تین حصوں کو محیط ہے۔

- گنجینۂ معنی
- نوائے سروش — اور
- یادگار نالہ

عرشی صاحب طویل عرصے تک غالب کے بارے میں تحقیق و جستجو میں مصروف رہے اور اس موضوع سے متعلق انھوں نے بہت سے مضامین تحریر کیے اور کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے متعدد مقالات و مضامین ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔

۱۶۔ مقالاتِ عرشی : یہ ان کے چودہ مضامین کا مجموعہ ہے اور علمی اور تحقیقی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مقالات کا یہ مجموعہ مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا تھا۔ ۶۶۹ صفحات کا یہ مجموعہ مندرجہ ذیل مقالات پر مشتمل ہے۔

- امام سفیان ثوری کے سوانح حیات اور ان کی تصنیفات
- صحیح مسلم کا ایک قدیم نسخہ ہندوستان میں
- نہج البلاغہ کا استناد
- امام ابن حزم ظاہری اور ان کی کتاب "الانساب"
- رباعیاتِ عمر خیام کا ایک نادر نسخہ
- رباعیاتِ خیام "مرصاد العباد" میں
- نجم النسفی
- سمعانی اور ان کی کتاب "الانساب"
- زرنوجی کا نظامِ تعلیم و تعلم

- آداب المتعلمین اور محقق طوسی
- طبقات الفقہاء الشافعیۃ الوسطیٰ
- ظہور الاسرار نامی اور مظہر کرٹھ
- تاریخ محمدی اور اس کے مؤلف کے احوال و آثار
- مولانا آصفی اور ان کی شاعری

مولانا امتیاز علی عرشی مرحوم وسیع النظر اور کثیر المطالعہ عالم تھے۔ تفسیر و حدیث، تذکرہ و رجال اور شعر و ادب کے بہت سے گوشوں پر ان کو عبور حاصل تھا۔ شاعر بھی تھے اور کبھی کبھی شعر کہتے تھے، عرشی تخلص تھا لیکن معیارِ شعری اتنا اونچا تھا کہ اپنا کلام انھیں جچتا نہ تھا، اس لیے اس کی اشاعت سے گریز ہی کرتے رہے۔

ان کا جو تصنیفی سرمایہ غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہے وہ شائع ہونا چاہیے، امید ہے ان کے فرزندِ گرامی اکبر علی خاں جو رضا لائبریری (رام پور) ہی میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور علم و تحقیق کی نعمت سے بہرہ مند ہیں، اس طرف توجہ دیں گے اور اپنے عظیم باپ کے غیر مطبوعہ علمی ذخیرے کی اشاعت کے لیے کوشش کریں گے۔

عرشی صاحب ایک متین و باوقار عالم حلیم الطبع نقاد اور اس برصغیر کی علمی متاع تھے۔ ان کی وفات سے بزمِ علم و تنقید میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ وہ اگرچہ وطنی اعتبار سے ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے، لیکن پاکستان کے اہلِ علم بھی ان کے افکار سے برابر مستفید ہو رہے تھے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ